بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

دعوتِ اسلام جس پر امّت مامور ہے

سید جلال الدین عمری

دبئی (متحدہ عرب امارات) میں ہر سال بہت بڑے پیمانے پر World Trade Festival (عالمی تجارتی نمائش) ہوتا ہے۔ اس موقع پر غالباً بعض دینی پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں۔ اب کی بار فیسٹیول کمیٹی کی طرف سے اس عاجز کو اردو بولنے والے اصحاب سے خطاب کی دعوت دی گئی تھی۔ مرکزی موضوع تھا: "One family one world" اس مناسبت سے میرے لیے عنوان "خاندان میں مسلمان عورت کا کردار" تجویز ہوا۔ ۲۹ر جنوری کو میں دبئی پہنچا۔ ۳۰ر جنوری ۲۰۰۳ء کو بعد مغرب دبئی چیمبر آف کامرس میں لیکچر کا انتظام تھا۔ شیخ عارف عبدالکریم جلفار، جو اس کے داعی تھے، کے افتتاحی کلمات سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد تقریر تھی۔ ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ ہال کے باہر بھی خاصی بڑی تعداد تقریر سن رہی تھی۔ دو ڈھائی ہزار افراد کی شرکت رہی، جو وہاں کے لحاظ سے غیر معمولی بات تھی۔ خواتین کی بھی کافی تعداد تھی۔ شرکا میں کیرلا کے احباب بھی بڑی تعداد میں تھے، اس لیے تقریر کے بعد اس کا ملیالم ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ رہا۔ الحمدللہ یہ پروگرام بڑا کامیاب رہا۔ احباب اور رفقاء کی خواہش پر شارجہ، ابوظبی اور العین جانا ہوا۔ ان سب مقامات پر مختلف دینی موضوعات پر اظہارِ خیال کا موقع ملا۔ دبئی سے قطر کے لیے روانگی ہوئی۔ دو تین دن قیام رہا۔ قطر میں کئی پروگرام ہوئے۔ ایک پروگرام عرب علما اور ہندوستانی احباب سے ملاقات کا تھا۔ اس کے لیے ذیل کا مقالہ لکھا گیا لیکن عرب علماء کی رعایت سے اس کا عربی ترجمہ راقم نے پڑھا۔ اب اصل مضمون یہاں کسی قدر نظر ثانی کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ (جلال الدین)

اس امت کی ایک تاریخ ہے، عظیم الشان تاریخ، ایسی تاریخ کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اس تاریخ پر ہم فخر کرتے ہیں اور بجا طور پر کرتے ہیں۔ اس تاریخ کے ساتھ ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت انقلاب کا تصور وابستہ ہے، ایسا انقلاب کہ اس سے زیادہ صاف ستھرا، پاکیزہ اور نوعِ انسانی کے لیے باعثِ خیر و فلاح انقلاب چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔ یہ خالص اسلامی انقلاب تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ برپا ہوا۔ عرب کی سرزمین اس کی اوّلین تجربہ گاہ تھی۔ اس انقلاب کی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے سب سے پہلے فرد کو خطاب کیا۔ امیر اور غریب، آزاد اور غلام، مرد اور عورت، پیر و جواں، سردارانِ قوم اور ان کے ماتحت عوام، سب اس کے مخاطب تھے۔ ان میں سے جس کسی نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور جو اس کے دائرے میں آیا اس نے اس کے عقیدے اور فکر کو پوری طرح بدل ڈالا، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے حقوق و اختیارات سے بے خبر تھا، اس نے اسے اس سے واقف کرایا، وہ اللہ تعالیٰ سے دور تھا اس نے اسے اس سے قریب کیا اور اس کا تعلق اس سے استوار کیا، وہ عبادت اور تقویٰ و طہارت سے ناآشنا تھا، اس نے اسے اس سے لذت آشنا کیا۔ بہت سی جان دار اور بے جان مخلوقات کی پرستش سے اس کی جبین داغ دار تھی، اس نے اسے ہر غلامی سے آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کا غلام اور اس کا بندۂ مومن و مخلص بنایا۔ وہ اخلاقی اقدار کی قدر و قیمت سے بے خبر تھا اور مسلسل انہیں پامال کر رہا تھا، اسلام نے اسے حسنِ اخلاق سے آراستہ کیا۔ اس کے اندر راست بازی، دیانت و امانت، ہمدردی و غم گساری اور اپنوں اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کیا۔ اس کی تہذیب گندگیوں سے آلودہ تھی، اس نے اسے ایک شستہ تہذیب اور پاکیزہ معاشرت سے روشناس کرایا، وہ عدل و انصاف اور مساوات پر مبنی قانون کا تصور نہیں رکھتا تھا، اس نے اسے قانونِ عدل و انصاف کی راہ دکھائی، اقتدار و حکومت کو حقوقِ انسانی کا محافظ اور پاس دار بنایا اور اسے بشری خامیوں اور بے اعتدالیوں سے پاک حکم رانی کے اصول اور نظامِ سیاست عطا کیا اور اسے قومی و ملکی تعصبات کے گرداب سے نکال کر انسانیت کے وسیع تصور سے ہم کنار کیا۔ اس طرح اسے ایک ایسا انسان بنایا جو اپنے فکر و عمل اور سیرت و کردار کے لحاظ سے بالکل ممتاز

اور منفرد تھا۔

ان افکار اور سیرت کے حامل افراد سے دنیا کے نقشہ پر ایک نئی امت وجود میں آئی، جس کے سامنے ایک بہت ہی اعلیٰ وارفع مقصد تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے تمام ذاتی، خاندانی، قبائلی اور قومی اختلافات ختم کر دئے اور ایک مضبوط وحدت اور بنیانِ مرصوص بن گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو دین اسے ملا ہے، اسے سارے عالم میں عام کر دے اور اسے تمام انسانوں کے سامنے دلائل کی پوری قوت کے ساتھ پیش کرے اور اس کے برحق ہونے کی اپنے قول وعمل سے شہادت دے، چنانچہ یہ امت اٹھی اور اس نے دنیا کو بتایا کہ اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے عقیدے ہی میں فرد کی نجات اور معاشرے کی فلاح پوشیدہ ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ دنیا میں جب کبھی ظلم وزیادتی، فساد اور بگاڑ، حقوق کی پامالی، جبر واکراہ، قوموں کا استحصال، قتلِ اولاد، زنا اور بدکاری، عریانی اور بداخلاقی، بزرگوں کا عدمِ احترام اور خوردوں سے عدمِ شفقت، دنیا کی محبت، دولت کی حرص، اس کے لیے غلط قسم کی مسابقت اور فساد فی الارض جیسی خرابیاں دیکھی گئیں وہ سب خدا اور آخرت کے انکار اور اس کی ہدایت سے بے نیازی کا نتیجہ تھیں۔ اگر خدا اور آخرت کے عقیدے کو قبول کر لیا جائے اور اس کی ہدایت کی پابندی کی جائے تو انسان یکلخت بدل جائے گا، اس کا کردار بدل جائے گا اور پورا سماج امن وامان اور عدل وانصاف سے بہرہ ور ہوگا۔ یہی فکر اور یہی کردار انسان کو آخرت کی کامیابی سے بھی ہم کنار کرے گا۔

جب یہ امت اس پیغام کو لے کر اٹھی تو دنیا کے باطل نظریات سمٹنے لگے اور دنیا نے بہت جلد اس پیغام کا اس طرح استقبال کیا، جیسے وہ صدیوں سے اس کی منتظر تھی۔ اس کے نتیجہ میں یہ امت دنیا کی رہنما بن گئی اور امامت وقیادت اس کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے اپنے تمام ذرائع ووسائل اس پیغام کو عام کرنے، اس کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اسے نافذ کرنے میں لگا دئے۔ اس نے انسان کے اندر آخرت کی طلب بھی پیدا کی اور دنیا کے مسائل بھی حل کیے۔ اس کی مادی وروحانی تمام الجھنیں رفع کیں اور اسے قلبی راحت اور سکون فراہم کیا۔ مادی لحاظ سے

غیرمعمولی ترقی کی علم وفن کے نئے گوشے دریافت کیے، سائنس اور ادب میں نمایاں کارنامے انجام دئے، عدل و انصاف پر مبنی قانون اور بہترین نظامِ حکومت وسیاست عطا کیا۔

اس کے بعد اس امت کا دورِ زوال شروع ہوا۔ یہ زوال فرد کا بھی تھا اور معاشرے کا بھی، بلکہ فرد کا زوال ہی معاشرے کے زوال کا سبب بنا۔ اس کا عقیدہ اور فکر، جس نے اسے قوت اور توانائی بخشی تھی، مضمحل ہونے لگا۔ اس کی دینی و اخلاقی حیثیت، جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز نظر آتا تھا، مسلسل مجروح ہوتی چلی گئی۔ اس کا دینی رخ، جس نے اسے دنیا داروں اور مادّہ پرستوں پر فوقیت دی تھی، باقی نہیں رہا۔ اس کے عقائد و افکار جو عقل و فطرت کے عین مطابق تھے، یونانی اور عجمی فلسفہ سے متاثر ہونے لگے۔ اس کے اندر آخرت کی طلب اور وہاں کی کامیابی کی تمنا کی جگہ دنیا کی طلب ابھر آئی اور مادّی خوش حالی اس کا مقصدِ حیات بن گئی اور وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ امت کے درد مند افراد اور اس کے بہی خواہوں نے، علماء و مفکرین اور مصلحین نے اس کی اصلاح کی قابلِ قدر اور غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ اسلام مخالف افکار و خیالات کا جواب دیا گیا۔ اسلام کے عقائد اور اس کی تعلیمات کی معقولیت اور حکمت و معنویت واضح کی گئی اور حالات کے لحاظ سے مختلف علوم و فنون کی تدوین و ترتیب عمل میں آئی۔ اس کے ساتھ امت کی تربیت و تزکیہ اور اسے دینی اور اخلاقی لحاظ سے اوپر اٹھانے کی کوشش بھی جاری رہی۔ ان مختلف الجہات کوششوں کے مفید نتائج سامنے آئے۔ دین ہر طرح کے تغیّر و تبدّل سے محفوظ رہا، اس کی صحیح شکل میں ترجمانی ہوتی رہی اور امت کلّی فساد و بگاڑ سے بڑی حد تک بچی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کی تصدیق ہوتی رہی۔

لا یزال من اُمّتی اُمّۃ قائمۃ بأمر اللہ لا یضرّھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یأتی أمر اللہ وھم علی ذٰلک	میری امت کا ایک گروہ اللہ کے احکام اور شریعت کو لے کر کھڑا رہے گا۔ جو اُن کو چھوڑ دے گا یا ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ (قیامت) آجائے اور وہ اسی حال میں رہیں گے۔
(متفق علیہ)	

امت کے اندر جو اصلاحی اور علمی و فکری مساعی ہوتی رہیں ان کی قدر و قیمت کے اعتراف کے ساتھ اس حقیقت کو بھی ماننا پڑے گا کہ امت کی ساری توجہ اس کے داخلی مسائل کی طرف رہی۔ خارج میں اس کا کوئی ہدف نہیں رہا۔ یہ بات اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں رہی کہ اللہ تعالیٰ اس سے دنیا کی ہدایت اور راہنمائی کا کام لینا چاہتا ہے۔ اس نے اس کے متعلق صاف الفاظ میں کہا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ	تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	ہدایت) کے لیے نکالی گئی ہے۔ معروف
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ	کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور
بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)	اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسے یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ دنیا کے لیے باعثِ خیر ہے، اس کے پاس بہترین عقیدہ اور فکر ہے، اعلیٰ اخلاقیات ہیں، پاکیزہ معاشرت ہے، معاشیات کے متوازن اصول ہیں، عدل و انصاف ہے، حقوقِ انسانی کی پاسداری ہے اور بہترین فلسفۂ سیاست ہے۔ وہ بڑی حد تک اپنے اس مرتبہ و مقام کو فراموش کر چکی تھی کہ اسے 'شہادت علی الناس' اور 'دعوت الی اللہ' کا فرض انجام دینا ہے۔ اس کا وجود اس لیے ہے کہ وہ دنیا کے سامنے اس بات کی گواہی دے کہ اسلام ہی دینِ حق ہے، اور اس کی حقانیت واضح کرے۔ اس کا کام 'دعوت الی اللہ' ہے۔ وہ اس مشن پر لگائی گئی ہے کہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دے۔ اس کے پاس دین کی جو امانت ہے اسے حکم ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔ یہی چیز اس امت کی حیات اور توانائی کا ذریعہ تھی، لیکن افسوس کہ اس فرض سے اس نے غفلت اور کوتاہی برتی اور اب بھی برت رہی ہے۔

جب کسی قوم کے سامنے خارج کا کوئی ہدف نہیں ہوتا تو وہ اپنے دائرے میں سمٹتی چلی جاتی ہے۔ اسے حرکت و عمل کے لیے کوئی بڑا محرک نہیں ملتا، وہ میدانِ کار نہیں ہوتا جس میں اپنی فکری و عملی توانائیوں کا مظاہرہ کرے۔ اس کے اندر وہ اوصاف نہیں پیدا ہوتے جو اسے دنیا میں سربلندی عطا کرتے ہیں، اس کے اندر عزم و ہمت، حوصلہ اور صبر و استقامت جیسے اوصاف نہیں پرورش پاتے، اس

کی خفیہ صلاحیتیں نہیں ابھرتیں، اس کے اندر وہ خوبیاں نہیں نشوونما پاتیں جو سیادت وقیادت کے لیے ضروری ہیں، اس کے اندر باہر کی دنیا کو دیکھنے اور مخالف قوتوں کو چیلنج کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوتی۔

آج یہ محسوس ہو رہا ہے، جیسے امت بغیر کسی ہدف کے جی رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنی پچھلی تاریخ دہرائے، وہ اس پیغام کو لے کر اٹھے جس نے اسے دنیا میں سربلندی عطا کی تھی، وہ اس ایمان ویقین سے سرشار ہو کر سامنے آئے کہ اس کے پاس حق ہے اور دنیا کو اس کی ضرورت ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ یہ امت دنیا کو یہ نہیں بتا رہی ہے کہ اس کے پاس اللہ کا دین ہے، اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ یہ ان کے مسائل کو حل کر سکتا ہے، یہ خدا کا نازل کردہ دین ہے، اس لیے بشری کمزوریوں اور خامیوں سے، اور گروہی، قومی اور نسلی تعصبات سے پاک ہے۔ یہ کسی قوم کا دین نہیں ہے بلکہ بین الاقوامی دین ہے جو ہر خطے، ہر ملک اور ہر نسل کے لیے ہے۔ ہمارے خیال میں اب ہمارے کرنے کے دو کام ہیں: ایک یہ کہ اس امت کے افراد کو اور بحیثیتِ مجموعی پوری امت کو دینی اور اخلاقی حیثیت سے اوپر اٹھایا جائے اور اسے خیرِ امت کے مقام پر پہنچایا جائے، اس کے اخلاق و کردار کے بارے میں اور اس کی صلاحیتوں کے بارے میں جو شدید بدگمانیاں ہیں، ان کو دور کیا جائے۔ اس کا تعارف طویل عرصہ سے ایک جاہل، عیاش، غلط کار، جابر و قاہر اور دہشت پسند گروہ کی حیثیت سے کرایا جا رہا ہے، اس لیے اس سے قریب ہونا بھی کوئی گوارا نہیں کرتا۔ اس کی اس تصویر کو بدلنا ہے اور اس کی بہتر تصویر بنانی ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے خارج میں جو ہدف مقرر کیا ہے وہ اور اس کے تقاضے پوری قوت کے ساتھ اس پر واضح کیے جائیں اور اس ہدف کی طرف پیش قدمی کے لیے اسے فکری، علمی، دینی اور اخلاقی حیثیت سے تیار کیا جائے۔

یہ کام آپ جیسے اصحابِ علم و دانش ہی سے ممکن ہے۔ اگر اس امت کے سوچنے سمجھنے والے لوگ اٹھ کھڑے ہوں تو اس کا کردار بھی بدل سکتا ہے اور وہ دنیا میں اپنا فرض بھی ادا کر سکتی ہے۔ اس امت کی اصلاح خود اسی کے ہاتھوں میں ہے، کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ یہ امت اپنا مقام پہچان لے اور اس کے تقاضے پورے کرنے لگے تو خود اس کی حالت ہی نہیں، پوری دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ ●●●